وکالت کی شرعی حیثیت

☆ ڈاکٹر رشید احمد

ABSTRACT:

Islam emphasizes on the establishment of a just society and it is the foremost duty of every Muslim to strive for that. A society can experience peace as long as justice prevails therein; it faces problems only when injustice becomes order of the day. Justice or injustice is the byproduct of human behavior and interaction which at times lead to disputes and conflicts. Justice needs settlement of disputes and conflicts. For that matter it is necessary for judicial system to be in place. The present paper represents a humble attempt to explain and analyze judicial system as developed by the ummah.

دین اسلام جس قسم کا فلاحی معاشرہ بنانے کی ہدایات دیتا ہے۔ ان میں سرفہرست قیام عدل ہے۔کیونکہ جس معاشرہ میں عدل وانصاف نہ ہو وہاں معاشرے کا کوئی بھی فرد سکون سے زندگی نہیں گزار سکتا۔زندگی کے مختلف مراحل میں انسان کومختلف حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اوراکثر ذاتی اورخانگی بہت سے امورخود سرانجام دیتا ہے۔لیکن بعض اوقات ان کواپنے معاملات دوسروں کوسپرد کرنا پڑتے ہیں۔ یہ بحث زندگی کے اسی گوشے سے تعلق رکھتی ہے۔کہ جب ایک شخص دوسرے شخص کواپنے معاملات سپرد کرتا ہے ان کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ اس حوالے سے اس بحث کے تین حصے ہیں۔

پہلے حصے میں وکالت کی لغوی واصطلاحی تعریف وتوضیح ہے۔ دوسرے حصہ میں مطلق وکالت پرشرعی نقطہ نظر کوپیش کیا گیا ہے۔جبکہ تیسرا حصہ وکالۃ بالخصومۃ کے لئے مختص ہے۔

لغوی تعریف:

وکالۃ کے لغت میں کئی معانی ہیں۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر،شیخ زاید مرکز اسلامی،جامعۂ پشاور۔

بنانا[۶] (Appointment)، (Power of Attorney as representative)۔

جبکہ وکیل اس شخص کو کہا جاتا ہے کہ جس کو تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے یا اس کو تصرف میں اپنا قائم مقام بنایا جاتا ہے۔[۷] (Deputy, agent, proxy, attorney)۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر لفظ وکیل سے یہی مفہوم مترشح ہوتا ہے۔ مثلاً

وکیل یعنی کارساز:

﴿وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيل﴾[۸]

"اورانہوں نے جواب دیا ہم کو اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ خوب کارساز ہے"[۹]۔

وکیل بمعنی مختار کار:

﴿وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ﴾[۱۱]

"اور نہ آپ ان پر مختار کار ہیں"

وکیل بمعنی گواہ:

﴿وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْل﴾[۱۲]

"اور ہم جو کہہ رہے ہیں اللہ اس پر گواہ ہے"[۱۳]

وکیل بمعنی نگہبان:

﴿فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾[۱۴]

"سو آپ اپنا ہر کام سونپنے کے لئے اسی کو مقرر رکھئے"[۱۵]

وکیل بمعنی نائب:

﴿اَمْ مَنْ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا﴾[۱۶]

"یا وہ کونسا شخص ہے جو اس دن ان کا وکیل بنے گا"[۱۷]

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾[۲۴]

"یہ صدقات مفروضہ تو بس فقیروں اور مسکینوں کا حق ہیں۔ اور ان کا حق ہے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں"[۲۵]

یہ آیت بھی مشروعیت وکالت پر اس لئے دلالت کرتی ہے کہ عاملین کے لئے جو فقراء کی نیابت کرتے ہیں، صدقہ میں لینا جائز ٹھہرا[۲۶]۔

﴿فَابْعَثُواْ حَكَماً مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَماً مِّنْ أَهْلِهَا إِن يُرِيدَا إِصْلاَحاً يُوَفِّقِ اللّهُ بَيْنَهُمَا﴾[۲۷]

"تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف شخص عورت کے خاندان سے منتخب کر کے بھیجو اگر یہ دونوں اصلاح کا ارادہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی کے درمیان موافقت کی راہ پیدا کرے گا[۲۸]

سنت کی روشنی میں وکالت کا جواز:

مشروعیت وکالت کی تائید میں بہت سی احادیث بھی وارد ہیں۔ مثلاً

أنّ رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بعث حكيم بن حزام يشترى له أضحية بدينار فاشترى أضحية فاربح فيها دينارا فاشترى أخرى مكانها فجاء بالأضحية والدينار إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ضحّ بالشاة وتصدق بالدينار[۲۹]

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ ایک قربانی کا جانور ایک دینار پر خریدیں تو انہوں نے جانور خریدا اور اس میں ایک دینار کا فائدہ اٹھایا تو آپ نے ایک دوسرا جانور اسی جگہ خریدا تو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جانور اور ایک دینار لے کر حاضر ہوئے سو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانور کو ذبح کر اور دینار کو صدقہ میں دے دیں"

عن أبى نعيم وهب بن كيسان عن جابر بن عبد الله أنّه سمعه يحدث قال أردت الخروج إلى خيبر فأتيت النبى ﷺ فسلمت عليه وقلت إنى أردت

کوخود دکما حقہ نہیں حل کرسکتا اور خدشہ ہوگا کہ اس کے حق پر کوئی ناجائز طور پر قبضہ کرے۔ یا مثلاً ہوسکتا ہے کہ ایک عورت معاملہ کوخود مجبوری کی بناء پر نہ کرسکتی ہو تو ان صورتوں میں ان کو وکیل کی ضرورت ہوگی۔

اور پھر یہ ایک قسم کا تعاون بھی ہے کہ جو وکیل مقرر ہوگا اس کا روزینہ وغیرہ مؤکل کے ذمہ ہوگا تو یہ بھی ایک کار خیر ہے۔

بہرحال خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وکالت پر کتاب اللہ، سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اجماع اور عقلی تعبیرات کے اعتبار سے ایک جائز امر ہے۔

وکالۃ بالخصومۃ

(Advocacy in Litigation)

لغت میں خصومت بمعنی لڑائی کے آتا ہے۔ جبکہ خصم مدمقابل یا مخالف کو کہا جاتا ہے۔ اس طرح انصمہ کا معنی ہوگا جھگڑا کرنے کے لئے دلیل سمجھانا (۳۳)۔

اصطلاحاً اقرار یا انکار کے ذریعے مدمقابل کے جواب کو خصومۃ کہتے ہیں (۳۴)۔

وکالۃ بالخصومۃ کا جواز:

نصوص قرآنیہ اور احادیث سے وکالۃ بالخصومۃ کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا﴾ (۳۵)

" اور آپ خیانت کرنے والوں کے طرفدار نہ بنیں" (۳۶)

اور

﴿وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ﴾ (۳۷)

" اور آپ ان کی طرف سے فریق بن کر کوئی جوابدہی نہ کیجئے جو خود اپنے حق میں خیانت کر رہے ہیں (۳۸)۔

اسی طرح ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شماس تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کھجور کی چھڑی تھی۔ آپ ﷺ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے سامنے کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ نے مسیلمہ کو فرمایا اگر تو مجھ سے یہ چھڑی مانگے تب بھی نہیں دوں گا، اور اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں لکھا ہے تو اس سے نہیں بچ سکتا اور اگر تو اسلام نہ لائے گا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو تباہ کر دے گا اور میں تو سمجھتا ہوں تو وہی شخص ہے جس کا حال اللہ تعالیٰ مجھ کو دکھلا چکا ہے اور میری طرف سے یہ ثابت بن قیس تجھ سے گفتگو کرے گا یہ فرما کر آپ ﷺ لوٹ آئے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعامل سے بھی وکالت کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپؓ نے خصومت کے مقدمات کے لئے اپنے بھائی حضرت عقیلؓ کو وکیل مقرر کیا۔ اور حضرت عقیلؓ آپؓ کی طرف سے مقدمات میں پیش ہوا کرتے تھے۔ جب حضرت عقیلؓ بوڑھے ہو گئے تو حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کو اس کام کے لئے وکیل مقرر کیا۔ کیونکہ آپؓ مقدمہ بازی کے لئے بہت کم خود حاضر ہوتے تھے۔ اس بارے میں آپؓ کا یہ قول بہت مشہور ہوا کہ:

"انّ الشیطان لیحضرھا وان لھا قحما"(۴۴)

"شیطان ان مقدمات میں حاضر ہوتا ہے اور ان مقدمہ بازیوں میں ہلاکت کا سامان ہے"

بہرحال وکالۃ بالخصومۃ کے جواز سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زندگی میں بہت سے ایسی علائق اور رکاوٹیں آ سکتی ہیں کہ مختلف وجوہات کی وجہ سے انسان اپنی جگہ کسی اور کو اپنا وکیل بنانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ وکالۃ بالخصومۃ کے جواز کی اساس یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان خود مکلّف ہے کہ وہ علم حاصل کرے۔ اور حصول علم کے ذریعے اپنے حقوق و فرائض پہچان لے۔

حدیث میں ہے کہ:

"طلب العلم فریضة علی کلم مسلم ومسلمة" (۴۵)

اور قرآن پاک میں بھی تاکید کی گئی ہے کہ:

﴿ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُواْ فِى الدِّينِ وَلِيُنذِرُواْ قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوٓاْ إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴾(۴۶)

"سو ایسا کیوں نہیں کرتے کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک مختصر جماعت نکلا کرے تاکہ

کے خلاف وکیل مقرر کیا جو مجھ پر دعویٰ کرے۔

۴۔ یہ کہ مؤکل خود حاکم کے سامنے خصومت (Litimation) کے وقت نہ ہو۔ اور اگر مؤکل خود آیا، اور تین مجالس میں اس نے شرکت کی تو اس کے بعد وکیل کے لئے وکالت کرنا جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے معاملہ طول پکڑنے کا اندیشہ ہے (۵۰)۔

حنفیہ کے ہاں وکالۃ بالخصومۃ جائز ہے اور اس میں وہ فرق نہیں کرتے کہ ایک وکیل ہے یا زیادہ۔ البتہ رضاء بالخصم کے بارے میں ان کے نزدیک دو آراء پائی جاتی ہیں۔ بعض حنفیہ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کو ترجیح دی ہے کہ خصم کی رضا کے بغیر توکیل جائز نہیں ہے اور بعض نے صاحبینؒ کے قول کو ترجیح دی ہے کہ وکالت خصم (Opponent) کی رضا کے بغیر چاہے مدعی ہو یا مدعی علیہ دونوں صورتوں میں جائز ہے۔ اور دوسروں نے معاملہ قاضی کے سپرد کیا ہے کہ وہ معاملہ کو دیکھے اور اس کے مطابق اجازت یا عدم اجازت دے دیں۔ لیکن یہ تیسری صورت اس وقت جائز ہوگی جب قاضی محل تہمت نہ ہو ورنہ پھر صاحبینؒ کی رائے راجح ہے (۵۱)۔

اسی طرح حنفیہ کے نزدیک مندرجہ ذیل صورتوں میں خصم کی رضاء کے بغیر بھی توکیل بالخصومۃ جائز ہے۔

۱۔ یہ کہ مؤکل مریض ہو یعنی مرض ایسا ہو کہ اس کو عدالت تک جانے سے روکے۔

۲۔ یہ کہ مؤکل سفر میں ہو اور قرینہ ایسا پایا جائے کہ وہ واقعی سفر میں ہے۔

۳۔ پردہ دار عورت ہو جو عادتاً مردوں کے ساتھ اختلاط نہیں کرتی۔

۴۔ یہ کہ مؤکل خود اچھا بیان اور وضاحت نہیں کرسکتا ہو۔

جہاں تک مالی معاملات میں وکالۃ بالخصومۃ کا تعلق ہے تو معاملہ اگر قرض کا ہے اور مؤکل نے وکیل کو وصولی قرض کی اجازت نہ دی ہو تو اس صورت میں وکیل اس وصولی قرض کا مجاز نہیں ہے۔ البتہ اگر مؤکل نے اس کو وصولی قرض کے لئے وکیل مقرر کیا ہو اور بغیر خصومت کے یہ وصولی قرض ممکن نہ ہو تو وکیل بلا اجازت مؤکل خصومت کرسکتا ہے کیونکہ یہ وصولی قرض کا ایک ذریعہ ہے۔

اسی طرح بلا اجازت مؤکل وکیل بالخصومۃ صلح کا بھی مجاز نہیں ہے۔ وکیل بالخصومۃ کا اقرار حسب ذیل شرائط کے ساتھ معتبر سمجھا جائے گا۔

۱۔ یہ کہ وہ مجلس قضاء میں اقرار کرے اگر اس نے مجلس قضاء سے باہر اقرار کیا تو وہ معتبر نہیں ہوگا۔

۲۔ یہ کہ اقرار مؤکل کی طرف سے حدود اور قصاص میں نہ ہو کیونکہ جب تک مؤکل خود ان کا اقرار نہیں کرتا

۷۔ أیضاً۔

۸۔ آل عمران:۳:۱۷۳

۹۔ کشف القرآن، ج۱،ص۱۱۴

۱۰۔ الانعام:۱۰۷

۱۱۔ کشف القرآن، ج۱،ص۱۱۴

۱۲۔ القصص:۲۸

۱۳۔ کشف القرآن، ج۲، ص۶۲۰

۱۴۔ الزمر:۶۲

۱۵۔ کشف القرآن، ج۲،ص۱۴۲۔

۱۶۔ النساء:۱۰۹

۱۷۔ کشف القرآن، ج۱،ص۱۵۱۔

۱۸۔ المزمل:۹

۱۹۔ کشف القرآن، ج۲، ص۹۱۹۔

۲۰۔ ابن الھمام، کمال الدین محمد بن عبداللہ الواحد *شرح فتح القدیر*. بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۶ء، ج۶،ص۵۵۴۔

۲۱۔ الکھف:۱۹

۲۲۔ کشف القرآن، ج۲،ص۴۷۰

۲۳۔ ابن العربی، ابوبکر عبداللہ. *احکام القرآن*. بیروت: دار الفکر، ۱۹۸۵ء، ج۳ ص۲۲۸۔

۲۴۔ التوبہ:۶۰

۲۵۔ کشف القرآن، ج۱،ص۱۳۲

۲۶۔ احکام القرآن، ج۲،ص۹۶۱

۲۷۔ النساء:۳۵

۲۸۔ کشف القرآن، ج۱،ص۲۳۱

۴۷۔ کشف القرآن، ج۱ ص۳۸۲

۴۸۔ الصفدی، صلاح الدین بن خلیل. *الوافی بالوفیات*. بیروت: دار احیاء التراث العربی، س.ن. ج۲ ص۳۷۔

۴۹۔ أیضا، ج۶، ص۲۳۴۔

۵۰۔ الجزیری، عبدالرحمان. *الفقہ علی المذاھب الاربعہ*. بیروت: داراحیاء التراث العربی، ج۴، ص۲۰۱۔

۵۱۔ أیضا۔

۵۲۔ الشعرانی، ابوالمواھب عبدالوھاب بن احمد الشافعی. *المیزان الکبری*. بیروت: دار الکتب العلمیہ، ج۲، ص۱۱۱۔